Article

Women and Freedom in Hamida Shahid's Poetry: Feminist and Social Perspectives

حمیدہ شاہین کی شاعری میں عورت اور آزادی: تانیثی اور سماجی پہلو

Dr. Aqsa Naseem Sindhu[*1]
[1] Assistant Professor, Government Sadiq College Women University, Bahawalpur

ڈاکٹر اقصیٰ نسیم سندھو[1]

[1]اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونی ورسٹی، بہاول پور

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:

Hamida Shaheen's ghazals occupy a significant place in modern Urdu poetry, where the traditional structure of the ghazal becomes a powerful vehicle for feminist expression. Her work redefines the feminine voice within a genre historically dominated by male perspectives. Shaheen's poetry reflects a conscious awakening of women's identity, intellect, and emotional autonomy. Through the use of refined symbolism and lyrical intensity, she addresses the complexities of womanhood-love, longing, societal constraints, and the quest for self-realization. Her verses often challenge patriarchal norms subtly yet effectively, portraying women not as passive subjects of love and loss, but as independent beings capable of thought, resistance, and decision.

The feminist undertone in Hamida Shaheen's ghazals is neither radical nor overtly rebellious; rather, it emerges through introspection, dignity, and a nuanced articulation of inner strength. By blending classical poetic conventions with modern sensibility, she reclaims the ghazal as a space where female subjectivity and emotional truth coexist harmoniously. Her poetry reveals the transformation of the woman's role—from silence to speech, from subordination to self-assertion.

Keywords:

Feminism, Urdu Ghazal, Female Voice, Gender Identity, Resistance, Hamida Shaheen

اردو میں "تانیثیت" کا انگریزی متبادل "فیمنزم" ہے۔ فیمنزم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ عورت کو ایک منفرد اور مکمل انسانی ہستی کے طور پر تسلیم کیا جائے، جو اپنی ذاتی شناخت، فہم و ادراک، جذبات، خواہشات اور تمام سماجی، معاشرتی و قانونی حقوق کی حامل ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

> " فیمنزم ایک ایسا نظریہ اور سماجی تحریک ہے جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ خواتین کو مردوں کے برابر حقوق، آزادی اور مواقع حاصل ہونے چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تصور اُن تمام کوششوں، جدوجہد اور عملی اقدامات پر بھی مشتمل ہے جو ان حقوق اور مساوات کے حصول کے لیے کی جاتی ہیں۔" (1)

بی۔ ڈیوڈ نے فیمنزم کو اس طرح بیان کیا ہے:

> "فیمنزم میں کسی بھی قسم کی سماجی، ذاتی یا معاشی تفریق کی مخالفت شامل ہے جس کا خواتین کو ان کی جنس کی بنا پر سامنا کرنا پڑتا ہے۔" (2)

ابتدا میں فیمنزم کا لفظ صرف صنفی نزاکت یا عورت کے نسوانی وجود کی طرف اشارہ کرتا تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ یہ محض ایک لفظ نہیں رہا بلکہ ایک اصلاحی اور سماجی اصطلاح بن گیا۔ موجودہ دور میں اس کا استعمال خواتین کے سیاسی، معاشرتی، فکری اور معاشی حقوق کے حصول کی جدوجہد کے تناظر میں کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح اپنے اندر نہ صرف وسیع تر معنویت رکھتی ہے بلکہ خواتین کے حقوق کے اعتراف، ان کی شناخت کے تحفظ اور معاشرے میں مردوں کے ساتھ برابر مقام کے لیے ایک فکری تحریک کی حیثیت بھی اختیار کر چکی ہے۔

قومی انگریزی لغت میں دی گئی تعریفیں اس تصور کے تاریخی و سماجی پس منظر کو واضح کرتی ہیں اور جدید تناظر میں فیمنزم کی درست تفہیم میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

حمیدہ شاہین اپنے دور کی ایک ہمہ جہت، منفرد اور باوقار شاعرہ کے طور پر معروف ہیں۔ وہ 1980ء کی اُس نئی نسل کی شاعرات میں شمار ہوتی ہیں جنہوں نے کلاسیکی روایت کا احترام برقرار رکھتے ہوئے غزل کو نئے تجربات، جدید احساسات اور تازہ لہجے سے روشناس کرایا۔ ان کا اندازِ اظہار، فکر کی اٹھان اور بات کرنے کا مخصوص اسلوب دیگر شعرا سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ حمیدہ شاہین کی شاعری میں موجود جدت، تازگی اور فکری انفرادیت ان کے طرزِ بیان کو ایک منفرد رنگ عطا کرتی ہے، جو انہیں اپنے معاصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

اپنے سے قبل کی شاعرات کے مقابلے میں — جن کے ہاں اکثر عورت کی بغاوت، احتجاج یا تند و تیز ردِ عمل کے پہلو نمایاں نظر آتے ہیں — حمیدہ شاہین نے عورت کے وجود کو ایک فکری، لطیف اور گہرے انسانی احساس کے ساتھ اجاگر کیا۔ انہوں نے صرف عورت کی حیثیت

سے گفتگو پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انسانی تجربے، وجود اور کائنات کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی۔ انہی خصوصیات نے ان کی شاعری کو منفرد جہت عطا کی اور انہیں اردو شاعری میں ایک اہم اور قابلِ توجہ آواز بنا دیا۔

شاہد بخاری ان کے فن کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ:

> "حمیدہ شاہین نے اپنی شاعری میں معاشرتی موضوعات کو بڑی باریکی سے برتا ہے۔ وہ مسائل کو سیدھے انداز میں بیان کرنے کے بجائے ایسے پہلو سامنے لاتی ہیں جو ان مسائل کو ایک منفرد اور بلند تخلیقی تجربے کی صورت دے دیتے ہیں۔ ان کے یہاں لفظوں کا انتخاب محض فنی نہیں بلکہ وجدان سے جڑا ہوا محسوس ہوتا ہے، اور وہ ربط و تلازمات کی نزاکتوں کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔" (3)

حمیدہ شاہین کی شاعری میں انسانوں کے باہمی امتیازات اور تفریق سے بالاتر ایک ایسا وسیع تر فکری زاویہ نظر آتا ہے جس میں زندگی اور کائنات کے اسرار و رموز پر گہرا غور و فکر ملتا ہے۔ ان کے ہاں انسان محض ایک صنفی یا معاشرتی اکائی نہیں بلکہ کائنات کے وسیع پس منظر میں موجود ایک حساس اور متجسس وجود کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہی فکر ان کی شاعری کو نئی معنویت اور گہرائی عطا کرتی ہے۔

کسی بھی شاعر کی تخلیقات اس وقت تک اثر انگیز نہیں ہوتیں جب تک وہ معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ کائنات، وجود اور زندگی کے بنیادی سوالات پر اپنی بصیرت کا انعکاس نہ کریں۔ شاعری کی اصل کشش اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر انسان، خدا اور کائنات کے باہمی تعلقات کو اپنے مخصوص، حقیقی اور گہرے نقطۂ نظر سے پیش کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ شاعری قاری کو زیادہ دیر تک مسحور رکھتی ہے جو نہ صرف جذبات کی ترجمان ہو بلکہ انسانی تجربے کے وسیع دائرے میں معنی کی نئی جہتیں بھی پیش کرے۔ حمیدہ شاہین کی شاعری انہی خصوصیات کی حامل ہے، اسی لیے ان کے اشعار میں ایک ایسا فکری تسلسل اور روحانی کشش پائی جاتی ہے جو قاری کو بھی زندگی اور کائنات کے بارے میں نئے زاویوں سے سوچنے پر آمادہ کرتی ہے۔

مبشرہ علی حمیدہ شاہین کے بارے میں لکھتی ہیں کہ:

> "ان کی غزل میں فکری تنوع نمایاں ہے۔ وہ عہدِ حاضر کے سماجی بحران، قومی بے اعتدالیوں، اخلاقی بگاڑ اور انسانی رشتوں کی ناپائیداری کو اپنے مخصوص انداز میں موضوع بناتی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں محبت کا جذبہ اور اپنے نسائی وجود کا شعور بھی جاندار انداز میں جلوہ گر ہوتا ہے۔" (4)

حمیدہ شاہین کو صرف صنفی یا نسوانی موضوعات تک محدود نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کی شاعری میں موضوعات کا ایک وسیع اور متنوع جہان بکھرا ہوا ہے۔ ان کے شعری مضامین میں جہاں معاصر عہد کے سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل پوری شدت کے ساتھ جلوہ گر ہیں، وہیں ایسے موضوعات بھی شامل ہیں جو تانیثی زاویۂ نظر سے برتے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں فکری آزادی، شخصی

انفرادیت اور تخلیقی وقار برقرار رہتا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری میں تاثراتی رنگ پایا جاتا ہے، لیکن نسائی شعور ان کے ہاں محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ پوری ذہنی وضاحت اور شعوری پختگی کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔ یہ تانیثی شعور کسی فکری رجحان کی تقلید نہیں بلکہ ان کی اپنی زندگی کے تجربات، احساسات اور مشاہدات کا نتیجہ ہے۔ ان کے نزدیک عورت کا شعور صرف صنفی احساس سے جڑا ہوا نہیں بلکہ اپنے معاشرتی ماحول، سرزمین کے حالات اور اجتماعی مسائل سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

حمیدہ شاہین کا پہلا شعری مجموعہ "دستک" کے عنوان سے شائع ہوا، جس میں 30 نظمیں اور 62 غزلیں شامل ہیں۔ نظموں کے مقابلے میں غزلوں کی زیادہ تعداد نہ صرف ان کی فنی ترجیح کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ غزل ان کے تخلیقی اظہار کا بنیادی وسیلہ ہے۔ "دستک" محض ان کے فن کا ابتدائی تعارف نہیں بلکہ اس میں موجود فکری تنوع، عصری حساسیت، سماجی و تہذیبی تناظر اور فنی پختگی ان کے آئندہ ادبی سفر کی مضبوط بنیاد بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مجموعے کو ان کی انفرادی شعری شناخت کا استعارہ اور ان کے ارتقائی سفر کی نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے۔

حمیدہ شاہین کی غزلوں میں صرف روایتی موضوعات نہیں بلکہ عصرِ حاضر کی زندگی کے بدلتے ہوئے زاویے بھی پوری شدت کے ساتھ نمایاں ہیں۔ ان کی کئی غزلیں حقیقت سے براہِ راست اخذ کردہ محسوس ہوتی ہیں، جب کہ بعض میں تخیل کے لطیف سائے جھلملاتے ہیں؛ تاہم ان کی شاعری کا واضح جھکاؤ زندگی کی حقیقتوں، انسانی تجربات اور روزمرہ کے معمولات کی طرف ہے۔ وہ زندگی کی باریکیوں اور انسانی احساسات کے چھوٹے چھوٹے تجربات کا انتہائی باریک بینی سے مشاہدہ کرتی ہیں، جو ان کے موضوعات میں پوری وضاحت سے سامنے آتا ہے۔ یہی مشاہداتی قوت ان کی غزل کے دائرۂ فکر کو وسیع بناتی ہے اور اسے ہمہ جہتی عطا کرتی ہے۔

شفیق احمد، حمیدہ شاہین کی شاعری کے حوالے سے رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے اشعار پڑھتے ہوئے قاری پر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ ان کی فکر نہایت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ وہ اپنی ذات کے محدود تجربات سے نکل کر گھر کے دائرے، معاشرے کے مسائل اور پھر پوری کائنات کے سوالات کو اپنی شاعری میں سمیٹ لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں موضوعاتی تنوع، فکری وسعت اور رنگارنگی پوری شدت کے ساتھ نمایاں نظر آتی ہے، جو ان کے تخلیقی کمال، مشاہداتی گہرائی اور فکری بصیرت کی مظہر ہے۔

"دستک" میں حمیدہ شاہین نے سماج میں رائج رسم و رواج، طبقاتی تقسیم، عورت کے مقام، جبر و استحصال، سماجی ناہمواریوں، انسانی رویّوں، مشرقی اقدار اور اخلاقی حساسیت جیسے اہم موضوعات کو نہایت باریک بینی سے اپنی غزلوں کا حصہ بنایا ہے۔ وہ خاص طور پر اُن سماجی پابندیوں کو نمایاں کرتی ہیں جو عورت کے گرد خود ساختہ ضابطوں اور روایات کی صورت میں دیواریں کھڑی کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک رواجوں میں جکڑی ہوئی عورت نہ صرف اپنی خواہشات اور جذبات کے آزادانہ اظہار سے محروم رہ جاتی ہے بلکہ رشتوں اور ذمہ داریوں کے بوجھ تلے اپنی ذات کو بھی گم کر بیٹھتی ہے۔ شاعرہ اس حقیقت کو بھی بیان کرتی ہیں کہ عورت کو اکثر اپنے ماں کے گھر کی محبت اور

آسائشیں بھلا کر شوہر کے گھر کو اپنا مقدر بنانا پڑتا ہے، خواہ اس کی اس تبدیلی کے پیچھے دکھ اور مجبوری کی کتنی ہی کہانیاں کیوں نہ ہوں۔ حمیدہ شاہین کے مطابق مردانہ سماج کے غیر لچکدار رسم ورواج عورت کے بنیادی حقوق کو دبا دیتے ہیں اور اس کے خوابوں کو بکھیر دیتے ہیں۔

ایک جگہ وہ روزن (روشندان) کو عورت کی آزادی سے تشبیہ دیتی ہیں۔ یہ علامتی تشبیہ اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ محدود فضا میں رہنے والی عورت کے لیے روشنی اور ہوا کا ایک معمولی سا راستہ بھی آزادی کے حسین خواب کی مانند ہے۔ اسی طرح کتاب کے آخری شعر میں وہ عورت کے کنگن کو ہتھیاروں سے تشبیہ دیتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ زیورات، جنہیں عورت کی زیبائش کا حصہ سمجھا جاتا ہے، دراصل اُس سماج میں بیڑیوں کے مترادف ہیں جہاں عورت کی آزادی مختلف تہذیبی دباؤ کی نذر ہو جاتی ہے۔

یوں "دستک" محض تعارفی مجموعہ نہیں بلکہ حمیدہ شاہین کی فکری بصیرت، سماجی حساسیت، فنی پختگی اور تخلیقی اظہار کا جامع مظہر ہے۔ ان کی شاعری میں جذبے اور عقل کا جو امتزاج نظر آتا ہے، وہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

- "دشتِ وجود"— فکری وسعت اور جدید حسیت کا اظہار

حمیدہ شاہین کا شعری مجموعہ "دشتِ وجود" ان کی شاعری کے اہم ترین مجموعوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس مجموعے میں شاعرہ نے نہ صرف اپنی ذات کے تجربات کی عکاسی کی ہے بلکہ وسیع تر انسانی اور سماجی حقیقتوں کو بھی شعری پیرائے میں پیش کیا ہے۔

عورت کا وجود، شناخت اور آزادی

"دشتِ وجود" میں عورت کے وجود، شناخت، جذبات، حقوق اور سماجی جبر سے آزادی کی خواہش بنیادی موضوعات میں شامل ہیں۔ حمیدہ شاہین عورت کو روایتی کردار کے تناظر میں نہیں دیکھتیں بلکہ اسے ایک مکمل انسان کے طور پر پیش کرتی ہیں—جو اپنی مرضی کے مطابق جینا چاہتی ہے، خواب دیکھتی ہے، اور صنفی امتیازات کے خلاف ڈٹ کر کھڑی ہوتی ہے۔ شاعرہ عورت کو رشتوں کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھ کر اس کی دبی خواہشات اور چپ چاپ صبر کے پیچھے چھپے دکھوں کو بے نقاب کرتی ہیں۔

- سماجی حقیقتیں اور جبر کا تجزیہ

اس مجموعے میں سماجی ڈھانچے، رواج، طبقاتی تقسیم اور انسانی رویے نہایت شدت کے ساتھ نمایاں ہیں۔ شاعرہ دکھاتی ہیں کہ یہ معاشرتی نظام کس طرح انسانی آزادی، بالخصوص عورت کی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ "دشتِ وجود" میں احتجاج کا ایک ہلکا مگر مستقل لہجہ موجود ہے جو سماج کے جابرانہ رویوں پر تنقیدی نگاہ ڈالتا ہے۔

- وجودی فلسفے کا اثر

جیسا کہ مجموعے کے عنوان سے ظاہر ہے، "دشتِ وجود" میں وجودیت کے اثرات بھی واضح ہیں۔ شاعرہ زندگی کے معنی، بے یقینی، تنہائی، خودی کی تلاش اور انسانی وجود کے کائناتی سوالات پر غور کرتی ہیں اور انہیں اپنے مخصوص تخلیقی انداز میں پیش کرتی ہیں۔

- موضوعاتی تنوع اور فکری وسعت

اس مجموعے میں انسانی کیفیات، جذبات، سوالات اور تجربات کی مختلف جہتیں شامل ہیں۔ یہ مجموعہ کسی ایک فکری دائرے تک محدود نہیں بلکہ اس میں زندگی کی کئی پرتیں موجود ہیں، جو حمیدہ شاہین کی فکری وسعت اور مشاہداتی گہرائی کی دلیل ہیں۔

- اسلوب، علامتی نظام اور زبان کا حسن

شاعرہ کی زبان شستہ، خوبصورت اور علامتی معنویت سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی غزلوں میں علامتیں، تلمیحات، تراکیب اور صوتی حسن مل کر ایسا اسلوب پیدا کرتے ہیں جو ایک ساتھ دلکش بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ جذبات کی گہرائی اور فکری پختگی اس مجموعے کے ہر صفحے پر محسوس ہوتی ہے۔

فضل تنہا غرشی نے ایک مضمون میں حمیدہ شاہین کو "صنفی مساوات کی علمبردار شاعرہ" قرار دیا اور لکھا کہ وہ "ہر قیمت پر صنفی امتیازات کو ختم کرنا چاہتی ہیں، عورت انسان ہے، وہ تحفۂ خداوندی اور سراپا راحت ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں تانیثی شعور فکری پختگی کے ساتھ موجود ہے، محض نعرہ نہیں۔

اسی طرح "معیار" میں شائع ہونے والے تحقیقی مقالے "حمیدہ شاہین کی شاعری میں وجودی استعارتی نظام" میں "دستک"، "دشتِ وجود" اور "زندہ ہوں" کو ان کے اہم ترین مجموعے قرار دیتے ہوئے ان کی شاعری کے وجودی رجحانات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ عمومی طور پر "دشتِ وجود" کو حمیدہ شاہین کی ایسی تخلیقات کا عکاس سمجھا جاتا ہے جن میں روایتی موضوعات سے ہٹ کر جدید حسیت، تانیثی شعور اور سماجی تنقید کو ایک نیا اسلوب ملا ہے۔

اس مجموعے کے حوالے سے افتخار عارف اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "غزلوں پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے اسلوب اور لہجے کے اعتبار سے ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ مصرعوں کی تراش خراش اور اظہار کا مخصوص ڈھنگ قاری کو فوراً اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اچھے شاعروں کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ روایت کو دہرانے کے بجائے اپنی غزل کے لیے نئی زمینیں تراشتے ہیں۔ "دشتِ وجود" اسی خصوصیت کا مظہر ہے، جہاں ہر ورق پر اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اس مجموعے کی تقریباً ہر غزل تازہ وارداتِ قلب اور چمکتے ہوئے مصرعوں کے ساتھ ایک نیا جمالیاتی تجربہ فراہم کرتی ہے، جو قاری کو دیر تک اپنے سحر میں گرفتار رکھتا ہے۔" (5)

""دشتِ وجود" حمیدہ شاہین کا ایک نہایت اہم اور نمائندہ شعری مجموعہ ہے جو ان کی فکری گہرائی، موضوعاتی وسعت اور اسلوبی انفرادیت کا بھرپور ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس مجموعے میں شاعرہ نے نہ صرف اردو غزل کی روایت میں ایک نیا اور تازہ رنگ شامل کیا ہے بلکہ سماجی حقیقتوں اور وجودی کیفیات کو بھی گہری بصیرت کے ساتھ پیش کیا ہے، بالخصوص عورت کے وجود، اس کی شناخت اور اس کے گرد حائل سماجی جبر کے حوالے سے۔

حمیدہ شاہین کا تازہ ترین مجموعۂ غزل "آرپار" 2024ء میں شائع ہوا، جس نے ان کے ادبی مقام کو مزید مستحکم کیا۔ 25 جنوری 2025ء کو یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی (UMT) لاہور میں ان کے فکر و فن پر گفتگو کے لیے ایک خصوصی تقریب بھی منعقد کی گئی، جس میں ملک کے ممتاز ادیبوں اور طلبہ و طالبات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ یہ تقریب نہ صرف حمیدہ شاہین کی ادبی اہمیت کا اعتراف تھی بلکہ ان کے فن کی مقبولیت اور اثر پذیری کا بھی اظہار تھی۔

"آرپار" کی غزلوں میں ایک خاص طرح کی متانت، شائستگی اور وقار جھلکتا ہے۔ متعدد ناقدین نے ان کی شاعری کو مشرقی اقدار کا نمائندہ قرار دیا ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ان کی مشرقیت میں بھی ایک آفاقی وسعت موجود ہے؛ ان کی جدیدیت میں کلاسیکیت کا تسلسل دیکھا جا سکتا ہے؛ اور ان کی شوخی میں بھی تہذیبی وقار برقرار رہتا ہے۔ لگ بھگ سو غزلوں پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے اسلوب، فکری گہرائی اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے اردو غزل کے ذخیرے میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

حمیدہ شاہین کی شاعری میں ایک مضبوط تانیثی نقطۂ نظر نمایاں ہے، جو سماجی مسائل کو عورت کی آنکھ سے محسوس کرتا، دیکھتا اور بیان کرتا ہے۔ ان کی غزل محض رسم و رواج، طبقاتی تقسیم یا سماج کی پیچیدہ ساخت کا بیان نہیں بلکہ عورت کی داخلی کائنات، اس کی جدوجہد، اس کی خواہشات اور اس کے حقوق کی جدلیات کا اظہار ہے۔

وہ نہایت باریک بینی کے ساتھ ان سماجی رواجوں کو بے نقاب کرتی ہیں جو عورت کی زندگی کو غیر مرئی زنجیروں میں جکڑ لیتے ہیں۔ ایسے رواج جہاں عورت کو اپنی خواہشات، احساسات اور خوابوں کو پس منظر میں دھکیلنا پڑتا ہے۔ ان کے ایک معروف استعارے میں "روزن" عورت کی آزادی کی اس چھوٹی سی کرن کا علامت ہے جو اگرچہ مکمل آزادی کا نشان نہیں، مگر اس کے سانس لینے اور زندہ رہنے کے احساس کو برقرار رکھتی ہے۔

ان کی شاعری میں ماں کا آنگن ایک تہذیبی، جذباتی اور لاشعوری علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔ شاعرہ اس تصور کی سخت مذمت کرتی ہیں کہ شادی کے بعد عورت کا میکے میں کوئی حق یا جگہ باقی نہیں رہتی۔ وہ کہتی ہیں کہ عورت چاہے اپنے نئے گھر میں کتنی ہی خوش اور آرام دہ ہو، اس کی ذات کا ایک حصہ ہمیشہ ماں کے گھر میں سانس لیتا رہتا ہے۔

اسی طرح شاعرہ اس حقیقت کو بھی واشگاف کرتی ہیں کہ نئی زندگی کے آغاز پر عورت خوبصورت خواب دیکھتی ہے، مگر سماج کے مردانہ اصول اور روایتی تصورات اکثر اس کی ذات، اس کے حقوق اور اس کی آزادی پر قدغن لگا دیتے ہیں۔ وہ زیورات جو بظاہر عورت کی زیبائش سمجھے جاتے ہیں، شاعرہ کے ہاں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی علامت ہیں—ایسے بندھن جو عورت کو سجاتے کم اور باندھتے زیادہ ہیں۔

در، دریچے کی ضد میں نے کی ہی نہیں
سانس لینے کو کافی ہے روزن مجھے (6)

حمیدہ شاہین نے اپنی شاعری میں عورت کی داخلی آزادی، خود آگہی اور وجودی تکمیل کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ وہ عورت کو محض سماج کا تابع رکن نہیں سمجھتیں بلکہ ایک مکمل اور خود مختار انسان کے طور پر پیش کرتی ہیں، جس کے احساسات، خواب اور خواہشات کسی مرد کے برابر اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کی ذات کوئی نیم روشن خانہ نہیں بلکہ ایک بھرپور، توانائی سے لبریز اور اپنی راہ خود بنانے کی صلاحیت رکھنے والا وجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں عورت کی تصویر ایک ایسی ہستی کے طور پر ابھرتی ہے جو جبر، استحصال، نفسیاتی گھٹن اور معاشرتی پابندیوں کے باوجود اپنی راہ خود تراشنے کے حوصلے سے سرشار ہے۔

حمیدہ شاہین کے اشعار میں آزادی کا مفہوم محض جسمانی خلاصی تک محدود نہیں بلکہ فکری، جذباتی اور نفسیاتی آزادی کے وسیع معنی بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ وہ عورت کو ایسی شخصیت کے طور پر دیکھتی ہیں جو نہ صرف سماجی جکڑ بندیوں کو توڑنا چاہتی ہے بلکہ اپنی داخلی شناخت کو نئے معنوں میں دریافت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ شاعرہ کے نزدیک عورت کی حق تلفی کی سب سے بڑی وجہ وہ روایت پسندانہ زاویۂ نظر ہے جس نے صدیوں سے عورت کے وجود کو "فرض" اور "روایت" کی دیواروں کے پیچھے مقید کر رکھا ہے۔

حمیدہ شاہین جب عورت کی آزادی کی بات کرتی ہیں تو وہ محض ایک عمومی خواہش یا فیشن زدہ نعرہ نہیں بلکہ ایک ایسے انسانی حق کی نشاندہی کرتی ہیں جو عورت کے وجود کی بقا اور اس کی فکری نشوونما کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے کئی اشعار اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ عورت اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنا چاہتی ہے—چاہے وہ اس کے خوابوں سے متعلق ہوں، اس کے پیشے سے، اس کی محبت سے یا اس کی شناخت سے۔ ان کے ہاں عورت وہ ہستی ہے جو سماج کے یک طرفہ اصولوں کو قبول کرنے کے بجائے ان کا تجزیہ کرتی ہے، ان کا رد کرتی ہے اور اپنے لیے نئی راہیں ہموار کرتی ہے۔

شاعرہ کی یہ سوچ جدید تانیثی فکر سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ مشرقی سماج کے مخصوص مسائل کا گہرا ادراک بھی رکھتی ہے۔ وہ عورت کی آزاد خواہشات کو کسی بغاوت یا بدنظمی کے طور پر نہیں پیش کرتیں بلکہ اسے انسانی فطرت کا وہ بنیادی مطالبہ قرار دیتی ہیں جس کے بغیر کوئی بھی وجود مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں عورت اکثر سماجی جبر کے خلاف خاموش مگر مضبوط احتجاج کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے—ایک ایسی آواز کے طور پر جو دبائی تو جا سکتی ہے مگر مٹائی نہیں جا سکتی:

میرا گھر کس قدر خوبصورت ہے ماں
کیوں نہیں بھولتا تیرا آنگن مجھے (7)

یہ اشعار اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ عورت محض گھر کی چہار دیواری میں محدود نہیں رہنا چاہتی بلکہ اپنی شناخت اور آزادی کے ساتھ ایک بامقصد زندگی گزارنے کی خواہاں ہے۔ حمیدہ شاہین کے ہاں عورت کا تصور ایک ایسی مکمل اور خود مختار ہستی کا ہے جو خواب دیکھنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور ان خوابوں کی تعبیر کے لیے عملی جدوجہد کا حوصلہ بھی۔ ان کی شاعری اس عورت کی تصویر پیش کرتی ہے جو اپنی خوشیوں، اپنی خواہشات اور اپنے مستقبل کے فیصلوں پر اپنا حق رکھتی ہے۔ یہ عورت کسی کی عطا پر قانع نہیں رہتی بلکہ اپنے امکانات کو خود دریافت کرتی ہے۔ اسی لیے حمیدہ شاہین کے نزدیک عورت کا خواب محض رومانوی چاہت کا استعارہ نہیں بلکہ اس کی آزادی، خود شناسی اور اپنی جگہ بنانے کی آرزو کا اظہار یہ ہے۔

حمیدہ شاہین کی تخلیقات میں طبقاتی تقسیم کا موضوع بڑی شدت کے ساتھ ابھرتا ہے۔ وہ یہ دکھاتی ہیں کہ طبقاتی ڈھانچہ صرف معاشی نابرابری نہیں، بلکہ عورت کے لیے دوہرا جبر پیدا کرتا ہے۔ نچلے اور مزدور طبقے کی عورت کے لیے زندگی کے مسائل کہیں زیادہ پیچیدہ ہیں—وہ معاشی بوجھ بھی اٹھاتی ہے، سماجی پابندیوں کا سامنا بھی کرتی ہے اور اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہوئے اسے اکثر تنہا کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ شاعرہ اس حقیقت کو بہت باریکی سے سمجھتی ہیں کہ ایسے طبقے کی عورت کی آواز نہ تو ایوانِ طاقت تک پہنچتی ہے اور نہ ہی ادبی اور سماجی ادارے اس کی جدوجہد کو صحیح معنوں میں نمایاں کرتے ہیں۔

یہی تناظر حمیدہ شاہین کے ہاں "سلطانی" کی علامت کو معنویت عطا کرتا ہے۔ "سلطانی" ان کے یہاں محض اقتدار نہیں بلکہ اس نظام کا استعارہ ہے جو انصاف، ہمدردی اور برابری کے دعوے تو کرتا ہے مگر عملی طور پر انہی طبقات کا نمائندہ ہے جو ظلم کو برقرار رکھتے ہیں۔ شاعرہ کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ جب وعدہ کرنے والے خود طاقت کے مراکز کا حصہ بن جائیں تو نچلے طبقے کی عورت کے لیے امید کا چراغ مزید دھندلا پڑ جاتا ہے۔ یہی دھوکہ اور بے یقینی اس کے سفر کو اور زیادہ کٹھن، تنہا اور طویل بنا دیتا ہے۔

حمیدہ شاہین کے اشعار میں عورت کی جدوجہد محض ذاتی زندگی کی کشمکش نہیں بلکہ ایک سماجی و معاشی حقیقت کا اظہار ہے۔ وہ عورت کو اس کی پوری انسانیت کے ساتھ دیکھتی ہیں—ایک ایسی ہستی کے طور پر جو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حوصلہ رکھتی ہے، مگر جس کی آواز اکثر طبقاتی نظام کی گونج میں دب جاتی ہے۔ لیکن شاعرہ اس دبتی ہوئی آواز میں بھی ایک اندرونی قوت کو تلاش کرتی ہیں، جو عورت کو ہر طرح کی ناانصافی کے مقابل سینہ سپر رہنے کی طاقت دیتی ہے۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف حمیدہ شاہین کی شاعری میں عورت کے مقام کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"سماجی زندگی میں عورت کا مقام، حمیدہ کی شاعری میں ایک اہم موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت کے بارے میں اس کا نقطہ نظر اس کے عقیدے اور ایمان کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے مگر اس کے ہاں عورت کے اس روایتی تصور سے انحراف کے پہلو بھی نمایاں ہیں۔"

(8)

ے مجھے اپنے بچاؤ کی لڑائی خود ہی لڑنی ہے

گواہوں میں نجانے کون سلطانی نکل آئے (9)

حمیدہ شاہین اپنی شاعری میں عورت کو محض ایک سماجی کردار یا تابع وجود نہیں سمجھتیں بلکہ ایک مکمل، آزاد اور خود مختار انسان کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت کا تصور روایتی گھریلو دائروں سے بہت آگے نکل کر انسانی وقار، خودی اور آزادی کے تصورات سے جڑتا ہے۔ وہ ان تمام رجعتی نظریات کو چیلنج کرتی ہیں جو صدیوں سے عورت کو مرد کی خواہش، اختیار یا سرپرستی کے تحت رکھ کر اس کی ذات کو محدود کرتے رہے ہیں۔

شاعرہ اس روایتی سوچ کی سختی سے نفی کرتی ہیں کہ عورت کی خوشی، شناخت یا حیثیت مرد کے تابع ہو کر ہی مکمل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ عورت کو ایک ایسی ہستی تصور کرتی ہیں جو نہ صرف اپنی مرضی اور آزادی کی حامل ہے بلکہ زندگی کے ہر میدان میں برابر کی حق دار بھی۔ اسی لیے ان کی شاعری میں مرد سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ عورت کو اس کی اصل حیثیت دے—وہ حیثیت جو انسان ہونے کے ناتے اسے فطری طور پر حاصل ہے۔

حمیدہ شاہین کا ایک اہم نقطہ یہ بھی ہے کہ عورت کو ہمیشہ جسمانی حوالوں سے دیکھنا، اس کی فردیت، شعور اور ذہنی صلاحیت سے انکار کے مترادف ہے۔ وہ اس رویے پر گہرا دکھ اور احتجاج کرتی ہیں کہ سماج عورت کو اس کی شخصیت، کردار اور سوچ کے بجائے صرف اس کے جسم کے تناظر میں پرکھتا ہے۔ یہ رویہ اُس انسانی وجود کے ساتھ ناانصافی ہے جو خواب بھی رکھتا ہے، احساسات بھی، ذہانت بھی اور اپنی زندگی کی تشکیل کے حق کا مالک بھی۔

ان کی شاعری میں یہ احتجاج ایک خاموش بغاوت کی صورت سامنے آتا ہے—ایسی بغاوت جس میں تلخی نہیں، مگر ایک گہری سچائی، وقار اور دلیل موجود ہے۔ وہ عورت کو خود اس کے اندر کی قوت اور ذات کے احترام کا احساس دلاتی ہیں، اور سماج سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ وہ بھی عورت کو اسی نظر سے دیکھے جس نظر سے انسان کو دیکھا جانا چاہیے۔

ے میری حیثیت کو مان بھی منوا بھی

کہاں کہاں، کیا ہے میری اہمیت لکھ (10)

ے میرے ہر خلیے پر تیرا حق تسلیم

اپنی ذات کو بھی میری ملکیت لکھ (11)

امجد اسلام امجد لکھتے ہیں:

"حمیدہ شاہین کی شاعری میں عورت کے وجود اور آزادی کا موضوع نہایت اہمیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ وہ عورت کو سماج کی روایتی حدود تک محدود نہیں کرتیں بلکہ اسے ایک مکمل اور آزاد فرد کے طور پر دیکھتی ہیں۔ ان کی نظر میں عورت کی شخصیت خواب دیکھنے، اپنی مرضی سے جینے اور اپنی ذات کو پہچاننے کی خواہش رکھتی ہے۔ وہ عورت کو محض گھریلو کردار یا پابندیوں کا اسیر تصور نہیں کرتیں بلکہ اسے ایک ایسا وجود قرار دیتی ہیں جو اپنی شناخت خود تراشنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" (12)

حمیدہ شاہین کی شاعری میں گھر کی چار دیواری میں قید رہنے والی عورت کی **مزاحمت** بھی نظر آتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ گھر کی خاموش دیواریں بھی عورت پر ہونے والے ظلم کی گواہ ہوتی ہیں اور اسے انہیں بولنے کی ہمت دینی چاہیے۔ وہ عورت کی مسلسل جدوجہد کو صحرا میں بھاگنے سے تشبیہ دیتی ہیں، جہاں وہ اپنی ذات اور مقام کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

؎ اس خاموش رفاقت کو اب گویائی دے ڈالو
بولو گھر کی دیوارو! جو جو کچھ مجھ پر بیتا (13)

حمیدہ شاہین جبر اور استحصال کی صورتوں کو نمایاں کرتی ہیں، جس کا شکار عام آدمی، اور خاص طور پر عورت اور بچے بنتے ہیں۔ وہ اس سماج کو امیروں، جاگیرداروں اور حکمرانوں کا سماج کہتی ہیں جہاں غریب کا مسلسل استحصال ہوتا ہے۔ ان کی غزلوں میں وہ ناانصافی، دہشت گردی اور غیرت کے نام پر ہونے والے قتل جیسے مسائل کو پیش کرتی ہیں، جس سے سماج میں ایک وحشت کی فضا قائم ہو گئی ہے۔ یہ وہ ماحول ہے جہاں انصاف کا حصول ناممکن ہے کیونکہ " قاتل ہی جب منصف " بن جائیں تو کون خون بہادے گا۔ شاعرہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر اس زمین پر بڑھتے ظلم و ستم کا شکوہ کرتی ہیں۔

؎ بکھری ہے ماحول میں جیسے ایک وحشت
پھیلی ہے ہر سمت کوئی بے نام کسک (14)

ان کی شاعری میں بچوں کی معصومیت کا چھن جانا بھی ایک دردناک حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ دکھاتی ہیں کہ کس طرح ناموافق حالات اور ظلم کی وجہ سے بچوں کے دلوں میں خوف پیدا ہو گیا ہے، جس نے ان کے بچپن کو نگل لیا ہے۔

؎ وحشتوں نے کھیل وہ کھیلے یہاں
پھول سے بچوں کے دل سہا دیے (15)

حمیدہ شاہین کی غزل میں ایک طرف مشرقی روایات اور اقدار کا احترام نمایاں ہے، جہاں وہ حیا، شرم، نزاکت اور روایتی خوبصورتیوں کو بڑے نفاست اور گہرائی کے ساتھ پیش کرتی ہیں، وہیں دوسری طرف اخلاقی اقدار کے زوال اور سماجی بگاڑ پر بھی گہرا افسوس اور تنقیدی نظر موجود ہے۔ وہ معاشرتی رویّوں میں اخلاق کی بے قدری کو سماج کی تباہی اور انسانی تعلقات کی کمزوری کی بنیادی وجہ قرار دیتی ہیں۔ ان کے نزدیک دوسروں کے دکھ یا کمی پر طنز یا ہنسنا محض ایک چھوٹی غلطی نہیں، بلکہ انسانی ہمدردی کے فقدان اور اخلاقی تنزلی کی علامت ہے، اور شاعرہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ وقت کا پہیہ کبھی بھی پلٹ سکتا ہے، جس کے اثرات غیر متوقع اور شدید ہو سکتے ہیں۔

حمیدہ شاہین نے اپنے تانیثی شعور اور سماجی فکر کو مؤثر انداز میں بیان کرنے کے لیے ایک مخصوص فنی مہارت اور شعری زبان کا استعمال کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں خوبصورت تراکیب، علامتی نظام اور استعاروں کی بھرپور موجودگی اس روایت کو جدید معنوں میں منتقل کرتی ہے۔ وہ روایتی غزل کی ساخت کو تو برقرار رکھتی ہیں، مگر اسے نئے مفاہیم، نئے جذبات اور سماجی شعور کے رنگ سے مزین کرتی ہیں۔ ان کے الفاظ میں ایک مسلسل بہاؤ اور حرکت کا احساس پایا جاتا ہے، جو قاری کو نہ صرف شاعری کے جادو میں باندھتا ہے بلکہ اس میں ایک فکری کشش اور تازگی بھی پیدا کرتا ہے۔

خاص طور پر، حمیدہ شاہین کی غزلوں میں موجود تانیثی نقطہ نظر ان کے اسلوب اور زبان کی فنی ساخت کو ایک نئی جہت عطا کرتا ہے۔ عورت کی ذات، اس کے حقوق، سماجی اور داخلی جدوجہد ان کے اشعار میں اس طرح جلوہ گر ہوتی ہے کہ نہ صرف تانیثی شعور کی موجودگی واضح ہوتی ہے بلکہ یہ شعور شاعری کے فنی حسن کے ساتھ بخوبی ہم آہنگ بھی نظر آتا ہے۔ یوں ان کی غزل محض روایتی ادبی اظہار نہیں بلکہ فکری اور سماجی شعور کا ایک جامع مظہر بھی بنتی ہے۔

حوالہ جات

1. Michal Ash, Oxford Advanced Learners Dictionary of Current English as History, Oxford University Press, Seventh Edition, P-۵۶۵
2. B. David, The Feminist Challenges, London: MacMillan Press, ۱۹۸۹, P-۲
3. شاہد بخاری، مضمون مشمولہ ماہنامہ ادب لطیف لاہور، مئی ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۶
4. مبشرہ علی، حمیدہ شاہین کی شعری جہات، کتاب محل لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۸۷

5. افتخار عارف، فلیپ دشت وجود، ملٹی میڈیا افیئرز، جنوری ۲۰۰۶ء

6. حمیدہ شاہین، دشت وجود، (لاہور: ملٹی میڈیا افیئر، جنوری ۲۰۰۶ء)، ص ۵

7. ایضاً

8. ایضاً، ص ۳۵

9. نجیبہ عارف، ڈاکٹر، رفتہ و آئندہ، (اسلام آباد: یورپ اکادمی، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۷۷

10. حمیدہ شاہین، دشت وجود، ص ۱۴

11. ایضاً

12. ایضاً، ص ۵۳

13. حمیدہ شاہین، دستک، (لاہور: کتاب نما، جنوری ۱۹۹۵ء)، ص ۱۷۱

14. حمیدہ شاہین، دشت وجود، ص ۱۰۲

حمیدہ شاہین، دستک،، ص ۱۰۰

References:

1. Michael Ash, *Oxford Advanced Learners Dictionary of Current English as History*, Oxford University Press, 7th Edition, p. 565.
2. B. David, *The Feminist Challenges*, London: MacMillan Press, 1989, p. 2.
3. Shahid Bukhari, “Mazmoon,” *Mahnama Adab-e-Latif*, Lahore, May 2004, p. 136.
4. Mubashra Ali, *Hameeda Shaheen Ki She‘ri Jihatein*, Kitab Mahal, Lahore, 2001, p. 87.
5. Iftikhar Arif, *Flip Dasht-e-Wujood*, Multi Media Affairs, January 2006.
6. Hameeda Shaheen, *Dasht-e-Wujood*, Lahore: Multi Media Affairs, January 2006, p.5
7. Ibid.
8. Ibid., p. 35.
9. Dr. Najiya Arif, *Rafta-o-Ainda*, Islamabad: Europe Academy, 2008, p. 177.
10. Hameeda Shaheen, *Dasht-e-Wujood*, p. 14.
11. Ibid.
12. Ibid., p. 53.
13. Hameeda Shaheen, *Dastak*, Lahore: Kitab-Numa, January 1995, p. 171.
14. Hameeda Shaheen, *Dasht-e-Wujood*, p. 102.
15. Hameeda Shaheen, *Dastak*, p. 100.